بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

نومبر 2018ء / صفر المظفر 1440ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 11

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

فہرست مضامین

O منافقین؛ گمراہی کے خریدار

O رسول اللہ ﷺ کا طرزِ زندگی

O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (2)

O نظام کے سامنے بے بسی کا اعلان

O معاشرے پر مافیاز کا راج

O ارتفاقِ اوّل کے بنیادی اُمور

O سچی گواہی کی تاثیر

O مستعار لیا گیا معاشی نظام

O امریکا؛ عالمی غلبے سے پسپائی

O انسانیت کا شرف؛
عقل و شعور اور قلبی بصیرت

O انسان سے غلطیاں کب ہوتی ہیں؟

O غلامی؛ انسان کی سوچ کو بدل دیتی ہے

O غلامانہ سوچ کے نتائج

O تبصرہ بر کتاب؛
''برصغیر میں تجدیدِ دین کی تاریخ''

O ادارہ رحیمیہ لاہور میں
''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

O دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ایک مریض اور بیمار کے سامنے اس مضمون کا مختصر، مگر بہت مؤثر ذکر فرمایا کہ:

''انسان بیماریوں سے بارہا چھٹکارا پاتا ہے، مگر آخر اس کے لیے موت ہے۔ ہر چیز کو سوا خدا کے فنا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ بیماریوں سے (اس طرح) فائدہ اٹھائے (کہ) یہ انسان کو بیدار کرنے کے لیے کارآمد ہوں، تاکہ وہ گناہوں سے تائب ہو اور خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے یادِ الٰہی اور (دیگر) نیک کاموں میں ساعی (کوشاں) ہو۔

جہاں تک ہو سکے، آپ اپنی توجہ خدا کی طرف لگانے کی کوشش رکھیے اور سوم کلمہ (''سُبحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.'' (ترجمہ:) اللہ پاک ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کی توفیق نہیں، مگر اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے، جو بہت بلند عظمت والا ہے۔) ہر وقت پڑھتے رہیے۔ اور اس میں خیال رکھیے کہ شاید خداوند کریم یہ کلمہ قبول فرما لے۔''

(مجلس: ۷ار ذوالحجہ ۱۳۶۵ھ/12ر نومبر 1946ء، بروز: منگل۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 221، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

منافقین؛ گمراہی کے خریدار

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ

(یہ وہی ہیں، جنھوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدی۔ پس انھیں اپنی تجارت میں کوئی نفع نہیں ہوا۔ اور یہ نہ ہوئے راہ پانے والے۔) (16:2)

گزشتہ آیات سے منافقین کی خرابیوں کا بیان جاری ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں اُن تمام خرابیوں کا ایک مجموعی نتیجہ ایک مثال کی صورت میں بیان کیا جا رہا ہے۔ عرب معاشروں میں تجارت ایک عام معمول تھا۔ تجارت کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔ کسی خرید و فروخت اور لین دین میں نفع کے بجائے نقصان اور خسارہ ہو تو یہ بڑا عیب اور خرابی سمجھی جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے تجارت کے حوالے سے مثال دیتے ہوئے یہ بات واضح کی:

الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے سیدھے راستے اور ہدایت کے بدلے میں گمراہی خریدی ہے۔ ہدایت سیدھے راستے کا علم و شعور حاصل کرنا اور منزلِ مقصود تک پہنچ جانے کا نام ہے۔ جب کہ گمراہی؛ سیدھے راستے اور علم و شعور سے بے اعتنائی اور لاپرواہی اختیار کرنا اور منزلِ مقصود کا راستہ گم کر دینا ہے۔ اب بھلا علم و شعور پر مبنی ہدایت دے کر بے شعوری اور لاپرواہی پر مبنی گمراہی خرید لینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ اشیا اور اموال کی خرید و فروخت نفع کے لیے کی جاتی ہے، جس میں قیمت ادا کر کے کوئی جنس یا شئے کی خریداری کی جاتی ہے۔ جس خرید و فروخت میں نفع نہ ہو تو وہ بے کار کا عمل ہے۔

اس مثال میں قرآن حکیم نے واضح کیا کہ منافقین نے ہدایت کی صورت میں قیمت ادا کر کے گمراہی اور ضلالت کی خریداری کی ہے، جو یقیناً خسارے کی تجارت ہے۔ انھوں نے انسانیت کے نفع کا علم اور ہدایت بیچی ہے اور دنیا اور آخرت کی گمراہی خریدی ہے۔ گویا کہ اچھی چیز دے کر غیر نفع بخش اور نقصان دہ سودا خرید لیا ہے۔ اس کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ: ان کی اس تجارت نے انھیں کوئی نفع نہیں دیا۔ خرید و فروخت نفع کے لیے کی جاتی ہے، لیکن ایسا مال خرید لیا جائے، جس کے استعمال سے کوئی نفع نہ ہو، یا اُس کو آگے فروخت کر کے نفع نہ اٹھایا جا سکے تو ایسی خرید و فروخت اُلٹا نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ ہدایت دے کر گمراہی خریدنے سے نفع تو کیا ہوگا، بلکہ دنیا اور آخرت کی تباہی اور بربادی آئے گی۔ یہ بات تجارت کرنے والے معاشرے بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

منافقین کے مقابلے پر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ انھوں نے گمراہی سے نکل کر قرآن حکیم کی تعلیمات قبول کی ہیں۔ انھوں نے اس معاملے میں نفع کا سودا کیا ہے۔ انھوں نے اپنی جان و مال اللہ کو دے کر ہدایت کا سیدھا راستہ خریدا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ اُن کے لیے جنت ہے۔'' (111:9) اس طرح مسلمانوں نے جو سودا کیا ہے، وہ انتہائی نفع کا ہے۔ جب کہ منافقین نے جو سودا کیا ہے، وہ سراسر نقصان اور ہدایت سے محرومی کا ہے۔ چناں چہ اللہ پاک نے فرمایا:

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ: اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ سیدھی راہ پانے والے نہ ہوئے۔ انسان کو اپنی ترقی کے لیے علم و شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا علم و شعور، جو اُس کی زندگی کے سفر کے لیے سیدھی راہ واضح کرے۔ ذہنی انتشار اور فکری اضمحلال سے نکال کر ایک واضح اور دوٹوک علم و یقین کی کیفیت پیدا کرے، جس سے زندگی کا سفر آسان ہو جائے۔ ہدایت کے نتیجے میں انسان کے سامنے ایسا نظریۂ علم و فکر واضح ہو جاتا ہے، جس سے اُس کی منزلِ مقصود کا نہ صرف تعین ہو جاتا ہے، بلکہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اُس راستے پر سفر کرتا ہوا انسانیت کی ترقی کے اعلیٰ منازل طے کرتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

انسانیت کی سب سے بڑی معراج یہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں ترقی کرے۔ دنیا میں اُس کے فکر و عمل کے غلبے والا اعلیٰ نظام قائم ہو۔ کامیابیاں اُس کے قدم چومیں۔ اعلیٰ اَخلاق غالب آئیں۔ پوری انسانیت امن و امان اور عدل و انصاف کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اور آخرت کی ترقی یہ ہے کہ وہ ایسے اعمال کرے، جو مرنے کے بعد زندگی کے تمام مراحل میں اسے کامیاب و کامران بنائے۔ جہنم اور قبر کے عذاب سے نجات پائے اور جنت اور قربِ الٰہی کی اعلیٰ منازل طے کرے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے واضح کرتے ہوئے مسلمانوں کو دعا سکھلائی: ''**رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ**'' (2:201) (اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں حسنہ اور ترقی نصیب فرما اور آخرت میں بھی حسنہ اور کامیابی نصیب فرما۔ اور ہمیں دنیا اور آخرت کی جہنم کے عذاب سے بچا۔)

مسلمان ہدایت حاصل کر کے دنیا کی ترقی اور کامیابی کی منازل بھی طے کرتا ہے۔ اور آخرت کی بھی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ جب کہ منافقین جنھوں نے ظاہری طور پر ہدایت کے راستے کا دم بھرا، لیکن دلوں کے امراض کی وجہ سے بہت سی خرابیوں اور گمراہی کو اختیار کیا اور قرآن حکیم کی تعلیم سے لاپرواہی برتی، انھوں نے ایمان سے حاصل شدہ ہدایت کو سستے داموں بیچ کر اللہ اور اُس کے رسول کے دشمنوں اور گمراہ لوگوں کی دوستی خرید لی۔ اس طرح قرآن حکیم کی وہ تعلیمات جو انسانی ذہن میں علم و شعور پیدا کرنے اور اسے منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لیے انسانیت کی رہنما تھیں، انھیں نظر انداز کیا، جس وجہ سے انھیں نہ تو ہدایت پر مبنی علم و شعور حاصل ہوا اور نہ ہی وہ منزلِ مقصود تک پہنچ پائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کی اعلیٰ تعلیمات کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہیں۔ اب جو انسان قرآنی تعلیم کی طرف صحیح طریقے سے متوجہ ہوگا، اُسے ضرور ہدایت حاصل ہوگی، لیکن جو لوگ اس تعلیم سے لاپرواہی برتیں اور انھوں نے اپنے علم کے ذرائع؛ آنکھ، کان اور دلوں پر غلاف چڑھائے ہوئے ہوں، دھوکا دہی، لالچ، خود غرضی اور عقل کے اندھے پن میں مبتلا ہوں، انھیں قرآن حکیم کی اس تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ انھوں نے اپنے اختیار سے گمراہی خریدی ہے اور ہدایت کو سستے داموں فروخت کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ دنیا اور آخرت کی ترقی سے محروم رہیں گے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

رسول اللہ ﷺ کا طرزِ زندگی

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍؒ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ، وَ لٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ: "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝" (15:98-99)

(مشکوٰۃ شریف، حدیث 4977)

(حضرت جبیر بن نفیرؒ (تابعی) کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس یہ وحی نہیں آئی کہ میں مال جمع کرتا پھروں اور سوداگر بنوں۔ ہاں! یہ وحی ضرور آئی ہے کہ اپنے ربّ کی تسبیح کر، اس کی خوبیوں کے ساتھ، اور سجدہ کرنے والا بن، اور مرتے دم تک اپنے ربّ کی عبادت کرتا رہ۔") اس حدیث میں حضورؐ وحی کے نزول کے مقاصد و اہداف بیان فرما رہے ہیں۔ وحیٔ الٰہی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ انسانیت کا تعلق قائم ہو جائے۔ صرف اسی کی تسبیح و تحمید اور اسی کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ اللہ کے علاوہ کسی اَور طاقت و قوت کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور اُن کی تعریفوں کے پُل باندھنے سے بچ جائے۔ اور مرتے دم تک اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات اور قوانین کو انسانیت میں قائم کرنے کو عبادت سمجھ کر اس میں مشغول ہو جائے۔ مخالفین کتنا ہی خدا پرستی اور انسان دوستی سے روکیں، ان کی پرواہ کیے بغیر قرآنی تعلیمات کے غلبے پر مشتمل یقین کے اس سفر کو پوری ہمت کے ساتھ جاری رکھا جائے۔

چناں چہ آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھ پر یہ وحی نہیں بھیجی گئی کہ میں مال جمع کرنے کی دُھن میں سرگرداں اور ہمہ وقت کاروباری سرگرمیوں میں گم رہوں۔ اور (ایک روایت کے مطابق) بس یہ سوچتا رہوں کہ زیادہ سے زیادہ دولت کو کس طرح جمع کرنا ہے۔ اس کے برعکس مجھے قرآن پاک میں یہ حکم دیا گیا کہ میں اپنا نظریۂ حیات یہ بناؤں کہ کاروبارِ دنیا سے ضرورت کا تعلق قائم کرنے کے بعد دینی اُمور میں مشغول رہوں۔

اس حدیثِ مبارکہ اور اس میں مذکور آیت کے سیاق و سباق کی روشنی میں ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی حالت کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اس میں دینی فکر و عمل کا کتنا غلبہ اور دُنیوی انہماک کا کتنا عمل دخل ہے۔ صوفیائے کرامؒ نے اس بات کو ایک آسان مثال دے کر سمجھایا ہے کہ انسان کو دنیا کے ساتھ تعلق اِتنا رکھنا چاہیے، جتنا ایک کشتی کا پانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ کشتی پانی کے بغیر نہیں چل سکتی، لیکن پانی اگر کشتی میں آ جائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے۔ دنیا کے ساتھ ہمارا معاملہ اسی طرح کا ہونا چاہیے کہ دنیا دِل سے باہر ہو اور دِل محبتِ الٰہی اور اس کی فرماں برداری کے جذبے سے معمور ہو۔ اس متوازن طرزِ عمل کے بجائے اگر مال پرستی اور دولت کو جمع کرنے کی دُھن میں انسان خدا کو بھول جائے اور اپنے فرائض اور اَخلاق کو نظرانداز کر دے تو یہ بہت گھاٹے کا سودا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمیں اس ہدایت کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دی کہ سرمایہ پرستی کی لعنت نہ انفرادی طور پر انسان کے ذہن میں ہونی چاہیے اور نہ معاشرے میں اس کا رواج اور غلبہ ہونا چاہیے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (2)

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ کے بیت المال اور بیت العلم دونوں کا نگران بنایا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے ایک وقت میں چار ہزار طلبا علوم حاصل کرتے تھے۔ آپؓ کی درس گاہ نے حُسنِ تعلیم و کثرت سے علما پیدا کرنے میں شہرت پائی۔ بہ قول امام طبریؒ: "اسلام میں حضرت ابن مسعودؓ کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں گزرا، جن کی تعلیم سے بڑے نامور علما پیدا ہوئے اور انھوں نے ان کے فتاویٰ مرتب کیے ہوں۔"

کوفہ کو ہر قسم کے اہلِ علم کی جماعت میسر آ گئی۔ حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے تو اس علمی کارنامے پر حیرت و مسرت کا اظہار کیا۔ گویا آپؓ نے مستقبل کی علومِ نبوت سے آگاہ قوت تیار کی۔ اس کی وَجہ سے کوفہ اور علومِ قرآن، حدیث، فقہ لازم و ملزوم ہو گئے اور اس شہر کو لازوال علمی شہرت ملی۔ کیوں کہ یہ شہر مدینہ اور مشرقی اقوام کے درمیان رابطے کا صدر مقام اور اس کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔ پندرہ سو صحابہ کرامؓ نے کوفہ کو اپنا وطن بنایا، جن میں ستر اہلِ بدر تھے۔ اس طرح یہاں کی درس گاہ سے قانون سازی کی حامل جماعت تیار ہوئی، جو مستقبل کے نظامِ عدل کی باشعور جماعت بنی۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: "پہلی صدی ہجری کے جن علما و بزرگوں کو علمی سیادت ملی اور انھوں نے اپنے وقت کے مقتداؤں میں ممتاز درجہ حاصل کیا، ان میں کثرت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہی شاگردوں کی ہے۔" ان شاگردوں کے علاوہ معتقدین اور عوام بھی آپؓ سے استفادہ کرتے، رہنمائی لیتے اور مسائل کا حل پاتے۔ آپؓ نمازِ فجر کے بعد ذکر، تسبیح و تہلیل میں رہتے اور طلوعِ آفتاب کے بعد کا وقت عوامی مسائل کے لیے مقرر تھا۔ اس وقت آپ کے گھر ہجوم ہوتا تھا۔ ایک بار ایک شخص نے کہا: آج رات میں نے مکمل آخری منزل نماز میں پڑھی ہے تو آپؓ نے فرمایا: "شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھی ہوگی۔" یعنی آپؓ نے اس طرف توجہ دلائی کہ جو غور و فکر اور قرآن سے زندگی کی رہنمائی لینا تلاوت کا ایک اہم مقصد ہے، وہ تو فوت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اقوال اور خطبات نہایت مختصر ہوتے۔ آپ کے اہم اقوال میں سے چند یہ ہیں: (1) "قرآن و حدیث کے علم کو لازم پکڑو۔ کُرید (غیر ضروری تحقیق و تفتیش) سے بچو اور بلاضرورت تعمق یعنی گہرائی میں جانے سے بچو۔ اپنے لیے قدیم (آپؐ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے دور کی) باتوں کو لازم پکڑو۔" (2) "میانہ روی سے سنت پر عمل، بدعت میں محنت اٹھانے سے بہت بہتر ہے۔" (3) "علم بہت اقوال بیان کرنے کا نہیں، بلکہ خشیت (اللہ سے ڈرنے) کا نام ہے۔" (4) "قرآن حکیم عمل و ہدایت حاصل کرنے کے لیے نازل ہوا ہے۔ لوگوں نے صرف اس کی تلاوت ہی کو نیک عمل قرار دے دیا۔" (5) "انسان کے لیے یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ وہ اپنا ذریعۂ معاش کھو دے۔" یعنی جائز ذریعۂ معاش چھوڑنا اللہ کو پسند نہیں۔"

www.rahimia.org

شذرات

نظام کے سامنے بے بسی کا اعلان

ہمارے ہاں اس وقت اگر شخصیات کی طاقت کا اندازہ بہ لحاظِ عہدہ یا منصب کیا جائے تو عدالتِ عظمیٰ کے چیف جسٹس ہمارے معاشرے کی طاقت ور ترین شخصیت ہیں۔ روزانہ کے اخبارات میں کسی سلگتے ہوئے مسئلے کی نشان دہی پر مبنی اُن کا بیان ہوتا ہے، یا کسی اہم معاملے پر انھوں نے کسی نہ کسی ادارے کے چیئرمین یا سی ای او کو طلب کر رکھا ہوتا ہے۔

ایسے ہی عدالتِ عظمیٰ کے ایک سابق چیف جسٹس نے اپنے سوموٹو ایکشنز کے سبب خاصی شہرت پائی تھی۔ پھر جب انھوں نے اپنے خفیہ اتحادیوں کے حسبِ خواہش سوموٹو ایکشن سے حکومتِ وقت کو بے بس کر دیا تو ان کو بھی جبری معزولی سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر ان کی بحالی کی تحریک میں مہنگے مہنگے وکلا کی ایلیٹ کلاس نے مار دھاڑ کا ایک نیا کلچر متعارف کروایا تھا۔ موصوف خود تو بحال ہو گئے، لیکن عدالتوں میں انصاف بحال نہ ہوا۔ پھر ان کے بیٹے کے سکینڈل اور سمدھی و داماد کی ایک ہاؤسنگ سوسائٹی میں عوام سے کم و بیش 23 ارب روپے کے فراڈ اور اس میں جج موصوف کی طرف سے ریلیف نے انصاف کا جو منہ کالا کیا تھا، اس سے ساری دنیا واقف ہے۔ موجودہ چیف جسٹس پولیس، ایف بی آر، نیب سمیت بہت سے پرائیویٹ اداروں کے افسران پر کئی دفعہ برس چکے ہیں، بلکہ قبروں تک سے نکال کر ٹرائل کرنے کی بات کر چکے ہیں، لیکن نتیجہ صفر ہے۔ بلکہ ایک بار تو وہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ: ''حکومت اور عدلیہ نے احتساب کا نعرہ لگایا، جس کا عملی نتیجہ کچھ بھی نہیں نکل سکا۔ صرف تحقیقات اور ریفرنس دائر کرنے کی خبر آتی ہے۔ نیب کوئی ایک کیس بتائے، جو منطقی انجام تک پہنچایا ہو۔ صرف آنیاں جانیاں لگی ہوئی ہیں۔'' (دنیا نیوز، 29 ستمبر 2018ء) اب کی بار تو انھوں نے اپنے خطاب میں یہاں تک کہہ ڈالا کہ: ''معاشرے میں جھوٹ سرایت کر چکا ہے۔ جس نظام کا ڈھانچہ جھوٹ اور بددیانتی پر مبنی ہو، وہ کیسے ڈلیور کرے گا۔ انصاف میں تاخیر ناسور بن چکا ہے۔ موجودہ قوانین کا ازسرِنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے سینئر وکلا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ''جس معاشرے میں جھوٹ سرایت کر گیا ہو، جس کا ڈھانچہ ہی بددیانتی پر مبنی ہو، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ ملک ڈلیور کر سکے گا یا اس میں بہتری ہو سکے گی؟'' انھوں نے اس خطاب میں ایک عجیب بات کہی کہ: ''سپریم کورٹ نے معاشرے میں موجود گھمبیر مسائل اور معاملات پر ایکشن تو لیا ہے، لیکن ان کے حل کا راستہ مجھے بھی کوئی نہیں سوجھ رہا۔''

(لاہور میں سپریم کورٹ کی سلور جوبلی تقریب سے خطاب)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومتِ وقت سمیت چیف صاحب بھی نظام کے سامنے بے بس نظر آ رہے ہیں، لیکن حکومت اور طاقت ور شخصیت کی بے بسی ولی اللّٰہی فکر کے طالبِ علموں کے لیے کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سرتاپا خراب نظام میں توانائیاں صَرف کرنے کے بجائے ''فَکُّ کُلِّ نِظَام'' (ہر فرسودہ و بوسیدہ نظام کو جڑ و بنیاد سے اُکھاڑ کر) ایک متبادل صالح نظام کے قیام کے لیے اوّلین تقاضے کے طور پر نسخۂ اکسیر تجویز کرتے ہیں، جس کے علاوہ اب قوم کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

معاشرے پر مافیاز کا راج

گزشتہ دنوں کی چند خبروں کے سبب ہمارے معاشرے کی جو تصویر عام لوگوں تک پہنچی ہے، وہ ایک حساس پاکستانی کے لیے بہت ہی تکلیف دہ اور کرب ناک ہے۔ جن میں سے چند ایک پر مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر نظر ڈال لینی چاہیے۔

ان میں سے ایک: کئی کئی سو کنال پر انتہائی قیمتی ایریاز میں واقع سرکاری اراضی پر بااثر افراد کا قبضہ ہے، جن کے مہنگے کرائے وصول کیے جا رہے ہیں اور ان کے باقبضہ مالکان میں ایسے ایسے پارسا اور سیاسی وابستگان کے نام سامنے آ رہے ہیں کہ جن کی سیاسی اور نظریاتی وابستگی محض اپنے ناجائز قبضے کو برقرار رکھنے کے سبب ہے۔ اسی طرح وزیرِاعظم کے پرنسپل سیکرٹری سمیت اہم عہدوں Key Posts پر تعینات اعلیٰ افسروں کی سامنے آنے والی کرپشن ہے کہ کس طرح انھوں نے اس غریب قوم کو سیاست دانوں کا ساجھے دار بن کر لوٹا ہے۔ حال آں کہ یہ وہ کلاس ہے، جسے ریاستی اداروں، پالیسیز، لاء اینڈ آرڈر کی خصوصی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ جہاں کوئی نومنتخب حکومت یا سیاست دان غلطی کرے، انھیں درست راستے اور ملک و قوم کے اجتماعی مفاد کی نشان دہی کی جائے۔ ایسے ہی تعلیمی اداروں کے انتظامی امور میں تعینات نامور اہلِ علم اور اساتذہ میں سے بعض کا بے ضابطگیوں میں ملوث پایا جانا ہے۔ اور ایسا ہی کچھ عام مزدور طبقے اور وفات پا جانے والے لوگوں کے نام پر جعلی بینک اکاؤنٹس کے ذریعے اربوں کی ٹرانزیکشن اور بیرونِ ملک سرمائے کی منتقلی میں جہاں ملک پر قابض مافیاز کا گھناؤنا طریقۂ واردات معلوم ہوتا ہے، وہاں اس ملک میں اداروں کے انٹرنل سسٹم کی تباہی کی بھی نشان دہی ہو رہی ہے کہ جب یہ جعلی اکاؤنٹ کھولے جا رہے تھے، اس وقت ان بینکوں کے آڈٹ اور مانیٹرنگ یونٹ کیا کر رہے تھے۔

کچھ ایسا ہی حال پرائیویٹ ہسپتالوں کی علاج کے نام پر لوٹ مار میں سامنے آیا ہے کہ پرائیوٹ رومز کے ایک ایک دن کے ہوش اُڑا دینے والے کرائے اور اس کے باوجود اس میں علاج کروانے والی کلاس کا رش اور ان کا اخراجات پر احتجاج نہ کرنا معاشرے کے ایک دوسرے رُخ پر غور کرنے کی دعوت بھی دے رہا ہے۔ اپنا گھر معاشرے کے ہر فرد کا حق ہوتا ہے اور یہ ریاست کے ذمے ہے کہ وہ ہر شخص کو زمانے اور حالات کے تمدن کے مطابق باعزت طور پر گھر فراہم کرے، لیکن یہاں لوگوں کی اس خواہش کا استحصال ہاؤسنگ سوسائٹیز میں عوام سے اربوں کے فراڈ کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں معاشرے کے بااثر اور سیاسی وابستگیاں رکھنے والے افراد پیش پیش ہیں۔

مذکورہ بالا حالات کے ذمہ دار افراد اس معاشرے کے نہ صرف پڑھے لکھے، بلکہ ذمہ دار عہدوں پر فائز لوگ ہیں، لیکن بددیانتی اور مفاد پرستی ان کا مشترکہ وصف ہے۔ ایسے قابض افراد کے متعلق امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: ''جب انفرادی مفادات کے حامل افراد سوسائٹی پر مسلط ہو جائیں تو معاشرے میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر مفادِ عامہ اور اجتماعی حقوق کے محافظ طبقوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس فساد کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ اور یہ جدوجہد نیکی کے تمام کاموں سے زیادہ افضل اور معتبر سمجھی جائے گی۔'' (مدیر)

www.rahimia.org

ارتفاقِ اوّل کے بنیادی اُمور

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّۃُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

''(ارتفاقِ اوّل کے بنیادی امور درجِ ذیل ہیں:)

(1) (لغت اور لسانیاتی اظہار:) ارتفاقِ اوّل میں سے (سب سے پہلے) وہ زبان اور لغت ہے، جس سے انسان اپنے دلی جذبات اور ذہنی خیالات کو الفاظ کے ذریعے بیان کرتا اور ان کا اظہار کرتا ہے۔

(ماہرینِ لسانیات کے مطابق لغات اور لسانیاتی اظہار کی کئی اقسام ہیں۔ یہاں شاہ صاحبؒ انسانی زندگی کے ابتدائی دور میں بننے والی اصل لغت اور لسانی ساخت کے وجود میں آنے کے درجِ ذیل اصول بیان کر رہے ہیں۔ مترجم)

(یاد رہے کہ) اس سلسلے میں درجِ ذیل اصول کارفرما ہوتے ہیں:

(الف) ایسے افعال، شکلیں اور اجسام، جن سے کسی بھی طرح کی آواز نکلتی ہے۔ ایسی آواز یا تو ان چیزوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہے، یا اُن کے سبب سے پیدا ہوتی ہے، یا ان اشیا کے کسی اَور تعلق کی وَجہ سے پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ انسان ان آوازوں کی ہوبہو نقل اُتارتا ہے۔ اس سے مصدر وجود میں آتے ہیں اور پھر ان سے مختلف معانی کے لیے مختلف صیغے (ماضی وغیرہ) اور دیگر الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

(ب) ایسے کام اور امور جو آنکھوں کے سامنے بڑی مؤثر شبیہ بنائیں، یا پہلے مرحلے میں انسانی دل میں کوئی وجدانی اور جذباتی کیفیات پیدا کریں، انسان اس مؤثر شبیہ اور وجدانی کیفیت کو اپنی آواز کی صورت میں بیان کرتا ہے۔

(ج) پہلے دو اُمور کی بنیاد پر وجود میں آنے والے الفاظ کو وسیع تر معانی اور مفاہیم کے لیے مجازی طور پر اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ وہاں کسی مشابہت یا تعلق کی وَجہ سے کوئی قرینہ پایا جاتا ہے۔

لغات سازی کے چند مزید اصول بھی ہیں، جو ہم نے اپنی دوسری کتابوں (البدور البازغہ، ص:67 وغیرہ) میں بیان کیے ہیں۔

(2) (غذائی ضروریات کا انتظام:) کاشت کاری کرنا، درخت لگانا، کنوئیں کھودنا اور کھانے پکانے اور سالن وغیرہ بنانے کے طور طریقے اختیار کرنا۔

(3) (استعمال کے برتن وغیرہ:) برتن بنانا اور (پانی کے لیے) مشکیزے وغیرہ بنانا۔

(4) (اپنی ضروریات کے لیے حیوانات کی دیکھ بھال:)

جانوروں سے کام لینا اور اُن کی اس لیے دیکھ بھال کرنا، تاکہ اُن پر سوار ہو سکے، اُن کا گوشت کھائے، اُن کے چمڑوں کو استعمال کرے، اُن کے بالوں، اُون، دودھ اور اُن کی نسلوں کو اپنے زیرِ استعمال لانا۔

(5) (رہائش کا بندوبست:) ایسا مکان بنانا، جو گرمی اور سردی سے حفاظت کرے۔ وہ مکان خواہ غاروں کی صورت میں ہو، یا گھاس پھونس وغیرہ سے بنایا جائے۔

(6) (لباس کی تیاری:) ایسا لباس تیار کرنا، جو انسان کے ننگے بدن کی حفاظت کرے، خواہ وہ جانوروں کی کھال سے بنایا گیا ہو، یا درخت کے پتوں سے بدن کو ڈھانپے، یا (دھاگے سے بُن کر) ہاتھوں سے تیار کیا گیا ہو۔

(7) (بیوی کا تعین:) مرد کا اپنے لیے ایسی بیوی کا تعین کرنا، جس میں کوئی دوسرا مرد اُس کے ساتھ شریک نہ ہو۔ پھر وہ اُس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کر کے اپنی نسل بڑھائے۔ اور خاتونِ خانہ گھریلو زندگی، بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ میں اُس کی مدد کرے۔ انسانوں کے علاوہ نر جانور اپنے لیے کسی مادہ کو متعین نہیں کرتے، سوائے اس کے کہ اتفاقیہ طور پر وہ دونوں جانور اکٹھے رہتے ہوں، یا وہ دونوں پیدائشی طور پر جڑواں ہونے کی وَجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوں وغیرہ۔

(8) (اَوزار اور آلات کی تیاری:) انسان ایسے اوزار بناتا ہے کہ جن سے کاشت کاری، درخت لگانے، کنوئیں کھودنے، جانوروں کو اپنے زیرِ استعمال لانے وغیرہ کے کام ہوتے ہیں۔ مثلاً کدال، ڈول، ہل چلانے کا پھلا اور رَسیاں وغیرہ۔

(9) (تعاونِ باہمی اور خرید و فروخت:) ایک دوسرے سے مال کا تبادلہ اور خریداری کرنا اور بعض کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاونِ باہمی وغیرہ۔

(10) (اجتماعی نظم و نسق کے لیے سربراہ کا انتخاب:) درست رائے اختیار کرنے کا ماہر اور مضبوط طاقت و قوت والا فرد اپنی قوم کا سربراہ بن جائے اور لوگ کسی نہ کسی طریقے سے اُسے اپنا سردار اور سربراہ مان لیں۔

(11) (تسلیم شدہ قانون کا ہونا:) اُن میں ایسا تسلیم شدہ قانون ہو، جو اُن کے جھگڑوں کو نمٹائے، سوسائٹی پر ظلم کرنے والے اور لڑائی جھگڑے کا ارادہ کرنے والے کا مقابلہ کرے اور کمزور آدمیوں کا تحفظ کرے۔

[فائدہ] ہر قوم میں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے، جو:

(الف۔ ایجادات کے ماہرین ہوں:) اُن کاموں کو بہتر طور پر کرنے کے لیے ارتفاقات کے نئے طریقے ایجاد اور دریافت کریں اور پھر باقی لوگ اس کی اتباع کریں۔

(ب۔ حُبِّ جمال کے حاملین ہوں:) ایسے لوگ بھی ہونے چاہئیں، جو ہر حال میں حبِ جمال، راحت و آرام اور خوش حالی کی زندگی بسر کرنے کو پسند کریں۔

(ج۔ اَخلاقِ فاضلہ کے حاملین:) ایسے لوگ بھی ہونے چاہئیں، جن کے اعلیٰ اَخلاق؛ مثلاً بہادری، سخاوت، فصاحت و بلاغت اور عقل مندی وغیرہ کے حوالے سے قابلِ فخر ہوں اور وہ اپنے اَخلاق کی وَجہ سے مشہور اور مرتبے کے حامل ہوں۔

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتابِ عظیم (قرآن حکیم) میں اپنے بندوں پر اس پہلے ارتفاق کے یہ تمام شعبے اِلہام کیے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا تمام دنیا کے انسانوں کے لیے عمومی طور پر ضروری ہے۔ اور ارتفاقِ اوّل کے اس نوع کے امور تمام انسانوں میں اجتماعی حوالے سے ضروری ہیں۔ و اللّٰہُ أعلم.

(مبحث الارتفاقات، باب الارتفاق الأوّل)

تاریخِ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

سچی گواہی کی تاثیر

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ انھوں نے ولی اللّٰہی فکر پر قرآن وسنت کے فہم اور قرآنی اعمال پر استقامت اور للّٰہیت میں بڑا مقام پایا۔ ان کا درجِ ذیل واقعہ ہمارے لیے بہت سبق آموز ہے:

کاندھلہ میں ایک مرتبہ زمین کے ایک ٹکڑے پر جھگڑا اچل پڑا۔ مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے۔ ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے۔ چناں چہ یہ مقدمہ انگریز کی عدالت میں پہنچا۔ جب مقدمہ آگے بڑھا تو ایک مسلمان نے اعلان کر دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا۔ ہندوؤں نے جب سنا تو انھوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے۔ اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی، لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا، یہاں تک کہ اِدھر مسلمان جمع ہو گئے اور اُدھر ہندو۔ اب سارے شہر میں خون خرابہ اور قتل و غارت ہو سکتی تھی۔ لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا۔

جج نے تجویز پیش کی کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلے کا حل نکال لیں؟ تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے۔ آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجیے اور ان سے پوچھ لیجیے۔ اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجیے اور اگر وہ کہیں کہ یہ ہندوؤں کی ہے تو ہمیں دے دیجیے۔ جب جج نے فریقین سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔ چناں چہ انگریز جج نے فیصلے کی تاریخ دے دی کہ اس بزرگ کو بھی بلوا لوں گا۔ اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے۔ نعرے لگا رہے تھے۔ جب کہ عام ہندوؤں کے دل مرجھا گئے، لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے۔ چناں چہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کا نام بتایا۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لا رہے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے۔ چناں چہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتایئے مفتی صاحب! یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: ''یہ تو ہندوؤں کا ہے۔'' اب انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا: اب ہندو اس پر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا: ''جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہیں کریں۔ یہ ان کا اختیار ہے۔'' چناں چہ فیصلہ دے دیا گیا کہ زمین ہندوؤں کی ہے۔ مگر انگریز جج نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی: ''آج اس مقدمے میں مسلمان ہار گئے، مگر اسلام جیت گیا۔''

جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا۔ ہماری بات بھی سن لیجیے۔ ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے۔ عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا جائے کہ مسجد بنے گی، مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا تو سچے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان جیسے سچے علما کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (تلخیص از انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، از ابوالحسن علی ندوی، ص 296)

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

مستعار لیا گیا معاشی نظام

نئی حکومت کا دسواں ہفتہ ہے اور میڈیا میں شور ہے کہ حکومت کی سمت درست نہیں ہے۔ یہ تو وہی اقدامات کر رہے ہیں، جو پہلے والے کرتے رہے ہیں۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ جیسے یہ حکومت کام کر رہی ہے، اس قسم کی معاشی حکمتِ عملی بنانے کے لیے کسی سمجھ دار شخص یا ٹاسک فورس کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ تو عام سمجھ بوجھ کا انسان بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ اس حکومت کی سمت واضح نہیں ہے۔ گزشتہ سات دہائیوں سے جس ملک کی سمت مجموعی طور پر واضح نہیں ہے اور اس میں ارتقا پانے والا نظام مفاد پرستی اور تضادات کا مجموعہ ہو، وہاں کیسے چند ہفتوں میں سمت کا تعین ہو سکتا ہے؟ صورتِ حال یہ ہے کہ نئی حکومت میں سوائے معدودے چند کے باقی سب، پہلے سے اسی نظام کے آلۂ کار رہے ہیں اور وہ نسل در نسل سے اس دھندے میں لگے ہیں۔ اور جو اس صورتِ حال کا پہلی دفعہ سامنا کر رہے ہیں، وہ آئیڈیل تو مدینہ کی ریاست کو مانتے ہیں، جہاں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اقدامِ جنگ ہوتا ہے، لیکن مسئلے کے حل کے لیے مغربی ریاستوں کے نظام کو دیکھتے ہیں، جو سرمایہ داریت کے جدید نظریات کی نہ صرف جنم بھومی ہے، بلکہ پوری دنیا میں اس کے پھیلاؤ کی وَجہ بھی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں قائم معاشی نظام انھیں مغربی قوتوں سے مستعار لیا گیا ہے۔ دنیا میں معاشی نظام کے حوالے سے جو پیش رفت ہوتی ہے، وہ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ڈبلیو ٹی او کے ذریعے مختلف شعبہ جاتی درستگی کے نام پر پاکستان اور اس جیسے ملکوں پر مسلط کر دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم کرنسی کی قدر کا نظام، جسے 1945ء کے بعد ڈالر کے مرہونِ منت کر دیا گیا اور مفروضے کا ایسا نظام مسلط کیا گیا، جو امریکا کے علاوہ کسی کے مفاد میں نہیں تھا۔ اسی طرح قرضوں کی بنیاد پر معاشی ترقی کے اصول وضع کیے گئے اور ڈیولپمنٹ بینکوں کے نام سے پوری دنیا میں مسلط کر دیے گئے اور آخر میں آزاد تجارتی سرگرمیوں کے فروغ کے نام پر تیسری دنیا کے ممالک میں اشیائے صَرف کی بھرمار کر دی گئی۔ آج نہ صرف پاکستان، بلکہ اس جیسے کئی ممالک اس تہرے معاشی چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہمارے تھنک ٹینک یا حکومتی اداروں میں موجود پالیسی ساز مغربی تعلیمی اداروں یا اُن کی طرز کے مقامی تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل ہیں۔ اور بعد میں سال ہا سال سے اُن ملکی اداروں میں کام کر رہے ہیں، جو اِن بین الاقوامی اداروں کی ایما پر اپنا نظام وضع کرتے رہے ہیں۔ وہ کیسے چھ ہفتوں یا چھ سالوں میں نظام کو مدینہ کی ریاست جیسا کر سکتے ہیں؟

اس مقصد کے لیے اعلیٰ نظریے کی حامل جماعت کی ضرورت ہے۔ وہ جماعت جو اس دَور کے سرمایہ دارانہ معاشی نظام کے طریقۂ واردات کو سمجھتی ہو اور جدید دور کے معاشی چیلنجز کے حوالے سے نہ صرف حکمتِ عملی رکھتی ہو، بلکہ اس کے پاس تیار افرادی قوت ہو، جو اِن مغربی معاشی نظریات سے مرعوب نہ ہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ نئی حکومت میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ وہ جو گنتی کے چند کام کرے گی، وہ بھی مہارت اور منصوبہ بندی کے لحاظ سے ان مغربی اداروں کے مرہونِ منت ہوں گے۔ اور باقی مقامی سرمایہ داروں کی جنگ ہوگی، جس میں عوام کا فائدہ بہر حال محدود رہے گا۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

امریکا؛ عالمی غلبے سے پسپائی

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 73 ویں سالانہ اجلاس، جو رواں سال 18 ستمبر سے لے کر 5/ اکتوبر تک جاری رہا، میں اپنے 25/ ستمبر کے خطاب میں کہا کہ: ''ہم دنیا میں ایک نیا سٹریٹیجک اتحاد بنانے جا رہے ہیں۔ اس اتحاد میں مصر، اُردن اور خلیجی ممالک شامل ہوں گے۔ اس اتحاد کا مقصد دہشت گردوں کو ملنے والی فنڈنگ کے خلاف کام کرنا ہوگا۔'' انھوں نے تقریر کرتے ہوئے مزید کہا کہ: ''وہ گلوبل نظریے کو مسترد کرتے ہیں۔ امریکا ہمیشہ قومی مفاد کے لیے کام کرے گا۔ امریکا کو امریکی عوام ہی چلائیں۔ امریکا کا احترام نہ کرنے والے ممالک کو امداد نہیں ملے گی۔ چین سے تجارت میں عدمِ توازن برداشت نہیں کریں گے۔ تجارت شفاف اور متبادل بنیاد پر ہونی چاہیے۔ نومبر سے ایرانی تیل کی فروخت پر پابندی لگائیں گے۔ ایران پر پابندیاں خطے میں عدمِ استحکام کے لیے ایرانی فنڈنگ روکنے کے لیے ہیں۔ ایران پڑوسی ممالک کی خودمختاری کا احترام نہیں کرتا۔ ایران کے ہمسایہ ممالک نے بڑی بھاری قیمت ادا کی ہے۔ تمام ممالک ایران کو اس کے جارحانہ رویے پر تنہا کریں۔ شام کے مسئلے کا حل ایران کو معاملات میں شامل نہ کرنے پر ہی ممکن ہے۔ شام میں کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال ہوا تو کارروائی کریں گے۔ ہر قوم کو اپنی ضروریات کے مطابق پالیسی بنانے کا حق ہے۔ اوپیک ممالک تیل کی قیمتوں میں کمی لائیں، یا اپنی سیکورٹی کا بوجھ خود برداشت کریں۔ جرائم کی عالمی عدالت کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ ایرانی صدر سے ملنے کا کوئی پروگرام نہیں۔ ہوسکتا ہے کسی دن ایرانی صدر سے ملاقات ہوجائے۔ حسن روحانی اچھے انسان ہیں۔ ٹرمپ کی دو سال کی صدارت کے دوران امریکا اتنا مضبوط، محفوظ اور امیر ہوگیا ہے، جو کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ دنیا میں کوئی بھی ملک امریکا سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔ ایرانی قیادت نے خود کو امیر بنانے کے لیے عوام کے اربوں ڈالرز کو لوٹا ہے۔''

جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ٹرمپ کے خطاب سے پتہ چلتا ہے کہ امریکا نے کئی دہائیوں سے پوری عالمی برادری کی خیر خواہی اور قیادت کی جو ذمہ داری بہ زعمِ خویش اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی تھی، وہ اب اس کی استعداد سے باہر ہوتی جارہی ہے۔ لہٰذا اس نے اس سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ امریکی صدر نے گلوبل نظریے کو مسترد کرکے اپنے آپ کو براعظم امریکا تک محدود رکھنے کا جو فیصلہ کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اب زمین اس کے پاؤں تلے سے سرک چکی ہے۔ امریکا اب صرف اپنے ہی مفاد میں فیصلے کرے گا۔ حال آں کہ وہ پہلے بھی صرف اپنے ہی مفاد میں فیصلے کرتا تھا۔ پہلے اقرار نہیں کرتا تھا، جب کہ آج اس نے کھلے عام تسلیم کرلیا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں لگائی گئی آگ میں جھلسنے والے پناہ گزین جو مغربی ملکوں کا رُخ کر رہے تھے، انھیں بے یار و مددگار اور غریب الوطن رہنے دینا، ان کی بحالی کے اقدامات سے گریز کرنا امریکی تنگ نظری کی علامت ہے۔ 'ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا' کے مصداق پر یہ کہا کہ یہ مسئلہ متعلقہ ملکوں کو خود حل کرنا چاہیے۔ چین کے خلاف نہ صرف تجارتی پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا، بلکہ اس پر الزام بھی لگایا کہ چینی حکومت نے امریکی دانش کو چرا لیا ہے۔ مزید یہ کہ امریکی کمپنیوں کو دھوکے سے لوٹ لیا گیا۔ گویا یہ سارے ادارے انتہائی معصوم اور سادہ لوح تھے۔ انسانی خدمت کے نظریے کے تحت گھر سے نکلے، مگر رات کی تاریکی میں رہزنوں کے ہاتھوں اپنا سب کچھ لٹوا بیٹھے۔ عالمی عدالتِ انصاف کو محض اس بنیاد پر غیر قانونی قرار دے دیا کہ عدالت نے اسرائیلی مظالم کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ ایران سے جوہری معاہدہ ختم کرکے امریکا کو دنیا میں تنہا اور بے وقعت کردیا۔ تہران پر مزید سخت پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا تو عالمی برادری کی بھاری اکثریت نے کھل کر اس کی مخالفت کی۔ ایران کے تجارتی شراکت داروں کے خلاف بھی کارروائی کی دھمکی دی۔ تیل برآمد کرنے والے ممالک اوپیک پر بھی سخت تنقید کی۔ امریکا کی منشا کے مطابق تیل کے نرخ کم نہ کرنے کے نتیجے میں ان پر لوٹ کھسوٹ کا الزام لگا دیا۔ ٹرمپ نے اپنے خطاب میں جب یہ دعویٰ کیا کہ ان کی حکومت نے امریکا کی تاریخ میں اپنے ملک کے لیے سب سے زیادہ اور بہتر کام کیے تو اقوامِ متحدہ کا ہال شرکا کے استہزائیہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔ ٹرمپ انتظامیہ کی قومی اور بین الاقوامی پالیسیوں کے بارے میں عالمی برادری کی رائے کے حوالے سے یہ واقعہ بہ ذاتِ خود ایک بلیغ تبصرہ تھا۔

ایران جوہری معاہدے میں شامل عالمی طاقتیں؛ برطانیہ، فرانس، جرمنی، چین، روس اور یورپی یونین نے ایران کے ساتھ تیل کی تجارت کے لیے بارٹر سسٹم کا فیصلہ کیا ہے۔ رائٹر کی 26/ ستمبر 2018ء کی رپورٹ کے مطابق ان طاقتوں نے ایک نیا تجارتی لائحۂ عمل اپنانے کا اعلان کیا ہے۔ نئے طریقۂ کار کے ذریعے ایرانی درآمدات، برآمدات اور خام تیل کی فروخت کو ممکن بنایا جاسکے گا۔ اس طریقۂ کار کے مطابق ایران تیل کے بدلے مذکورہ ممالک سے ان کی مصنوعات حاصل کرے گا۔

عالمی منظرنامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکا کے عالمی غلبے کے دور میں امن، خوش حالی اور مساوات کے نظریے کی جڑیں جس طرح کھوکھلی ہوئی ہیں، اس کے بعد امریکی نظام کی مزید بالادستی عالمی امن کے لیے سراپا خطرہ ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ آج پوری دنیا امریکا کے خلاف کھڑی نظر آتی ہے۔ یورپین اتحاد جو امریکی غلبے کے دور میں ایک بہت بڑا اپتھر تھا، آج وہ سِرکتا جا رہا ہے۔ امریکا کا نئے اتحاد کی طرف پیش رفت کرنا گویا سابقہ معاونین سے کھلم کھلا اعلانِ بیزاری ہے۔

دنیا کو دھونس اور دھاندلی کے ذریعے چلانے کا دور اب ختم ہوچکا ہے۔ جاپان، فلسطین، ویت نام، افغانستان، عراق، یمن، تیونس، سوڈان، الجزائر، لیبیا اور شام میں آگ اور خون کی ہولی کھیل کر امریکا نے اپنی عالمی ذمہ داریوں سے انحراف کیا۔ اس سے اس کا دنیا میں سب سے بدتر ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ اور یوں اس کا مذکورہ کردار یقیناً تاریخ میں ایک نئے سیاہ باب کے اضافے کے ساتھ رقم ہوجائے گا۔

www.rahimia.org

انسانیت کا شرف؛ عقل و شعور اور قلبی بصیرت

28 ستمبر 2018ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم مسلمانوں کو ایسے پروگرام کی دعوت دیتی ہے، جو دنیا اور آخرت میں کامیابی کا واحد راستہ ہے۔ انسانیت دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو، تبھی اس کے لیے فلاح و بہبود حاصل ہونے کا موقع ہے۔ دنیا و آخرت میں سے کسی ایک جہان کی کامیابی مسلمان کی حیثیت اور شناخت کے شایانِ شان نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا یہ پروگرام انسانیت کو سمجھانے کے لیے جس چیز کو سب سے زیادہ فوکس کیا ہے، وہ انسان کی عقل ہے۔ اس کے لیے قرآن حکیم نے عقل و شعور، تدبر و بصیرت اور فہم و فقاہت کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔

محض ظاہری احساسات و ادراکات، یعنی آنکھوں سے دیکھ کر متأثر ہو جانا، کانوں سے سن کر، ہاتھ سے چھو کر یا ناک سے سونگھ کر کوئی رائے بنا لینا کوئی کمال نہیں۔ یہ احساسات و ادراکات تو جانوروں میں بھی ایک درجے میں پائے جاتے ہیں۔ انسانیت کا شرف یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے عقل و شعور اور فہم و بصیرت کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرے، ایک سوچ اور فکر اپنائے۔ انسان محض جسم سے نہ سوچے، محض پیٹ اور خواہشات کے پیچھے نہ بھاگے، صرف نفس کے تقاضوں کی اساس پر رائے قائم نہ کرے، بلکہ اپنی قلبی بصیرت اور عقلی شعور کی بنیاد پر فیصلے کرے۔

انسان کے ہر عمل کی ایک درجہ بندی (Category) ہے۔ نفس کی اساس پر کیے ہوئے عمل کی بھی ایک درجے کی نوعیت اور اثر ہوتا ہے اور قلبی بصیرت، ارادے اور عقل و شعور سے کیے ہوئے فیصلے اور عمل کا بھی ایک اثر اور نتیجہ ہوتا ہے۔ ہر ایک عمل کا الگ الگ دائرہ ہے۔ پھر انسان کے ارادوں اور اعمال و افعال کے فیصلے مختصر مدت کے نہیں ہوتے۔ وہ اعمال و افعال اُس نے نفسانی خواہشات سے کیے ہوں، یا عقل و دانش کی بنیاد پر، اس کا ہر عمل، ہر قول اور ہر بات محفوظ ہوتی ہے۔ کبھی فنا نہیں ہوتی۔

اس لیے قرآن حکیم نے اپنا پیغام سمجھانے کے لیے انسانوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ عقلوں کو اپیل کی ہے۔ اس لیے قرآن حکیم کے پڑھنے پڑھانے کے لیے بھی یہ بات کہی کہ ''کیا یہ قرآن حکیم پر غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے؟'' (24:47) عقل کا استعمال نہیں کرتے؟ اس کی تعلیمات کو عقل کے پیمانے پر پورا نہیں اُتارتے؟ ''یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟'' (24:47) قرآن حکیم نے منظر نامہ کھینچا کہ کسی مکان کو تالا لگ جائے، اُس میں کس کا گزر ہوگا؟ کون آئے جائے گا؟ عقل، دل کا ایک تقاضا ہے۔ قرآن حکیم نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ قلبی بصیرت اور عقل کی بنیاد پر فیصلے اور اعمال کیے جائیں، نہ کہ ان کو نفسانی خواہشات کا تالہ لگا دیا جائے۔''

انسان سے غلطیاں کب ہوتی ہیں؟

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''عام طور پر سمجھا جاتا ہے عقل کا تعلق صرف دماغ سے ہے۔ نہیں! امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''قلب کے احکامات میں سے ایک عقل ہے۔'' (البدور البازغہ) جب دماغ، دل کے ساتھ وابستہ ہو کر کسی چیز پر غور و فکر اور تدبر کرتا ہے تو عقل کی روشنی انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور اگر اس روشنی کو نفس کے تالے میں بند کر دیا جائے تو انسان عقل کی رہنمائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ دل ایک کوٹھڑی اور مکان کی مانند ہے، جس میں روشنی کی ضرورت ہے۔ اُس کا رابطہ جب عقل کے ساتھ ہوتا ہے تو اس میں روشنی آتی ہے۔ عقل اور قلب مل کر جب اللہ کے نور اور کلام؛ قرآن حکیم کی روشنی سے رہنمائی لیتے ہیں تو انسان کا پورا وجود روشن ہو جاتا ہے۔ وہ درست فیصلے کرتا ہے۔ سماجی حقائق اور تقاضوں کا ادراک کرتا ہے۔ سیاسی مقاصد کو سمجھتا ہے۔ معاشی امور پر گرفت پیدا کر لیتا ہے۔

آرا کی غلطی تبھی ہوتی ہے، جب اندھیرا ہو۔ خواہشات کا غلبہ ہو۔ دلوں پر غلاف چڑھ جائے۔ عقل پر زنگ آجائے۔ دل مسخ ہو جائیں۔ ایسی صورت میں صحیح بات نہیں سوجھتی۔ درست رائے قائم نہیں ہو پاتی۔ اس لیے قرآن حکیم نے قلب کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا وہ قرآن حکیم (کی تعلیم) پر دل سے غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟'' (24:47) اب جو انسان اپنے دلوں کو تالے لگا لیں، عقل و تدبر کا استعمال چھوڑ دیں، گرد و پیش کے حقائق کا ادراک نہ کریں، اس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اَور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اعمال کا جائزہ لے کر صحیح اور درست رائے قائم کرنا ہی دین کی سمجھ اور عقل ہے۔ اور اسی کے بارے میں نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ: ''اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اُسے دین کی سمجھ اور عقل نصیب کرتا ہے۔'' (بخاری، حدیث نمبر 71) اس طرح انسان گرد و پیش کی چیزوں کا صحیح ادراک کرتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے، بالخصوص دنیا بھر کے مسلمان معاشروں کا سب سے بڑا المیہ یہی کہ ہم نے عقل کو الماری میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ دل پر نفس کا غلاف چڑھا دیا۔ نہ دل کے اندر کوئی بات جائے، نہ دل کی درستگی ہو، نہ عقل کی روشنی سامنے آئے اور نہ کوئی درست اور صحیح فیصلہ ہو۔ ڈیڑھ ارب مسلمان غلامی اور پستی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اقوامِ متحدہ میں یہ ستاون مسلمان ملکوں کے سربراہان خوشامدی خطاب کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ ان کے خطابات رات کے دو دو بجے ہوتے ہیں۔ جب وہاں کوئی سننے والا نہیں ہوتا۔ دیواروں کو خطاب سنا کر آتے ہیں۔ کیا حیثیت ہے ان کی؟

دنیا کی عزت کی زندگی کے لیے دو چیزیں لازمی ہیں: ایک سیاسی طاقت اور قوت اور دوسری معاشی طاقت۔ ان کے پیدا ہوئے بغیر دنیا میں عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ عقل و شعور اور دین کی فقاہت اور سمجھ کی بنیاد پر آزادی اور حریت کی حفاظت کرنے والی قومیں ہی سیاسی طاقت حاصل کرتی اور معاشی قوت پیدا کرتی ہیں۔''

غلامی؛ انسان کی سوچ کو بدل دیتی ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تئیس سال تک اپنے صحابہؓ کو جو قرآن اور دین پڑھایا، وہ اس نقطہ نظر سے تھا کہ وہ دین کے غلبے کی حکومت اور سیاسی نظام قائم کریں۔ معاشی طاقت اور قوت پیدا کرنا آپؐ کا ہدف تھا۔'' (حجۃ اللہ البالغہ) آج کے دور میں غربت اور بھوک کے فضائل سنانا' پس ماندہ اور غلام مبلّغین کی کہانیاں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: ''تم ضرور بالضرور قیصر و کسریٰ کے خزانے (فتح کر کے) اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔'' (بخاری، حدیث 2888) پھر ان کا اصول اور ضابطہ بھی حضرت محمد مصطفیٰؐ نے بیان کر دیا کہ: ''(یہ مال) ان کے مال داروں سے لیا جائے گا اور اُن کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جائے گا۔'' (بخاری، حدیث 4347) ایسا نہیں کہ اُن کے خزانے چھین کر خود ہی اس پر سانپ بن بیٹھو۔ غربت میں ترقی اور فقیری میں برکت کے وعظ کرنا غلامی کے زمانے کی سوچ ہے، جب کہ حقیقی فقیری سے مراد ذاتی مفاد کے لیے دولت استعمال کرنے کے بجائے اجتماعی مفاد کے لیے معاشی طاقت پیدا کرنا ہے۔ معاشی اور سیاسی طاقت کے بغیر کسی قوم کی شناخت اور عزت نہیں ہوا کرتی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے لکھا ہے کہ: ''جس قوم کے پاس سیاست اور حکومت نہیں ہوتی، اُس کا دین یتیم بن جاتا ہے۔ اُس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ غلبہ ختم ہو جاتا ہے۔'' دو سو سال سے مسلمان غلام ہیں، پستی کی حالت میں ہیں، ان کی حکومت چِھن گئی۔ ان کی دولت لُٹ چکی۔ ان کی معاشی قوت یورپ کے بھیڑیے لوٹ کر لے گئے۔ برعظیم پاک و ہند کو کنگال کر دیا۔ اس دولت کا حصول اور سیاسی طاقت کو واپس لینا، ہمارا قانونی، شرعی، آئینی اور انسانی حق ہے۔ کیا اس حق کے نقطہ نظر سے مسلمان کوئی بات کرتے ہیں؟ پاکستان کے حکمران، مولوی اور پیر، یہاں کی تبلیغ اور خانقاہیں، یہاں کے سیاست دان، یہاں کے لیڈر، اَور تو اَور دنیا بھر کے ستاون مسلمان ملکوں کے حکمران اور ان کے مذہبی طبقے یہ کام کرتے ہیں؟

یہاں بڑے بڑے مذہبی رہنما، حکمران اور سیاست دان اپنے مفادات کے لیے تو سارے کام کریں گے۔ ان کو اگر اسمبلی میں ایک سیٹ نہ ملے تو تلملا اُٹھتے ہیں۔ پوری سوسائٹی کو آگ لگانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ یومِ آزادی منانے سے انکار کر دیتے ہیں، لیکن مسلمان کی عزت چِھن گئی، اُس کی حکومت چلی گئی، اُس کی سیاست ختم ہو گئی، وہ مغلوبیت کی حالت میں ہے اور یہ سامراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آزادی اور حریت کی بات کرنے سے گھبراتے ہیں۔ ان پر مُردنی چھا گئی۔ نفس کے بندے، خواہشات کے غلام اور نذر و نیاز کے یرغمال بن گئے۔ چندے اکٹھے کرنے والے بھیک منگے بن گئے۔ اپنی اقتصادی و معاشی قوت اور سیاسی طاقت پیدا کرنے سے محروم ہیں۔ یہ سب قرآنی تعلیمات پر تدبر نہ کرنے اور عقل کو استعمال میں نہ لانے کے اثرات و نتائج ہیں۔''

غلامانہ سوچ کے نتائج

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''جب کسی قوم پر غلامی کا نظام غالب ہوتا ہے تو اس میں محض چہرے بدل سکتے ہیں، لیکن سسٹم تبدیل کیے بغیر یہ امید رکھ لینا کہ تبدیلی آرہی ہے، لوٹ مار رُک جائے گی، ممکن نہیں۔ جو خواہشاتِ نفس کے بندے ہیں، وہ انھیں کے مطابق غلامانہ فیصلے کریں گے۔ انھیں یہ آزادی نہیں ہے کہ وہ بین الاقوامی معاہدے اپنی مرضی سے کر سکیں۔ شور مچایا جاتا ہے کہ قومی عسکری قیادت کی مرضی سے فیصلے ہوتے ہیں۔ جب کہ وہ بھی بین الاقوامی سسٹم کی یرغمال ہے۔ اس خطے کو حکومت دی ہی اس شرط پر گئی تھی کہ یہاں آزادی اور حریت کی بنیاد پر فیصلے نہیں کیے جا سکتے۔ ہمیں جمہوریت ملی تو غلامی کے زمانے کے غلامانہ طور طریقوں کی بنیاد پر۔ ہماری پارلیمنٹ بنی تو مصنوعی بنیادوں پر۔ طاقت ور قوتیں اپنے مفاد کے لیے نا اہل افراد کو پارلیمنٹ کا حصہ بناتی ہیں، تا کہ اُن سے اپنی مرضی کے فرامین دلوائے جائیں۔ جو شخص درست فیصلے کرے، اٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ جو بیوروکریٹ قانون، ضابطے اور مہذب انسانیت کے امور کی بات کرے، اُسے کھڈے لائن لگا دیتے ہیں۔ جو سیاست دان حقیقی سیاست کی بات کرے، اُسے ہروا دیا جاتا ہے۔ جو مولوی اور مذہبی رہنما صحیح اور شعور و عقل کی بات کرے، اُس پر جھوٹے فتوے داغے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے لیے نئے نئے طرح کے ماڈل تیار کر رکھے ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ یورپ کی ترقی کے پیچھے اُن کی آزادی کی حفاظت کے لیے اُن کا اپنی عقل و شعور کا استعمال ہے، انھوں نے ایک ایک مسئلے پر موت قبول کی، تب جا کر انھیں آزادی ملی اور اس کی بنیاد پر معاشرے بنے۔ (خطبات و مقالات) ورقہ بن نوفل نے حضورؐ سے یہ کہا کہ: جب کسی کی عقل اور قلب پر وحیٔ الٰہی اور قرآن کا نور آتا ہے تو ضرور اس کے ساتھ عداوت اور دُشمنی ہوتی ہے، مخالفت کی جاتی ہے۔ (بخاری، حدیث 3) کیوں کہ خواہش پرست لوگ نہیں چاہتے کہ اُن کی خواہشات کا خاتمہ ہو، اُن کی چوہدراہٹ ٹوٹے۔ لیکن ایسے ماحول میں بھی حضورؐ نے فرمایا: ''میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی، جسے اُس کی مخالفت کرنے والے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔'' (بخاری، حدیث 3641) زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ مخالفین اس جماعت کو جسمانی تکلیف، یا کوئی نہ کوئی فتویٰ لگا کر کچھ پریشانی اور اذیت پہنچانے کا باعث بنیں گے، لیکن اُسے ختم یا فنا نہیں کر سکتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک قرآن کا فہم و بصیرت رکھنے والے لوگ؛ محققین، مفسرین، محدثین، سچے اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین قرآن کی اس دعوت کو لے کر ہر دور میں اپنے لیے راستہ بناتے اور جماعت تیار کرتے رہے ہیں۔ یہی مجاہدہ ہے کہ بہتی ہوئی رو کے مقابلے پر عقل و شعور کی بنیاد پر دینِ حق کے علَم کو بلند کیا جائے۔ جو جرأت مند جماعت یہ کام کرتی ہے، دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ، عقل و شعور اور فہم و بصیرت نصیب فرمائے۔ آمین!''

www.rahimia.org

تبصرۂ کتب | مفتی زاہد اختر۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہنامہ ''روابط'' انٹرنیشنل

''برصغیر میں تجدیدِ دین کی تاریخ''

التّمهيد لتعريف أئمّة التّجديد ۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اِک تغیر کو ہے زمانے میں

برصغیر میں انگریز کی آمد اور اس کے اثر رسوخ کے بعد مسلمانوں کی زبوں حالی اور ان کے حالات کو جغرافیائی حقائق اور برصغیر کے مسلمانوں کے حالات کو ملحوظِ خاطر رکھ کر ان کو ازسرِنو تبدیل کرنا ''مولانا عبیداللہ سندھیؒ'' کی زندگی کا مقصد رہا ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے زیادہ اس امر کی ضرورت تھی کہ قوم میں انقلابی فکر پیدا کی جائے اور قوم کو ایک نظریے پر متفق کیا جائے، تاکہ برصغیر میں مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام اور وقار حاصل ہو جائے۔ زیرِ تبصرہ کتاب اور ان کی دیگر کتب و تحریرات کا مطالعہ کرنے سے مولانا سندھیؒ کی فکر، تڑپ اور جغرافیائی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت اور ضروریات سے واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک اَسلاف کے علوم کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کی بدلتی حالت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ اس پر اُمت کی رہنمائی کرنے کے لیے مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بہت ساری کتب لکھیں، جن میں سے ایک وہ کتاب ہے، جو آج کے تبصرے میں زیرِ بحث ہے:

''التّمهيد لتعريف أئمّة التّجديد''.

آج کے تبصرے میں دو چیزوں پر روشنی ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں: (1) زیرِ تبصرہ کتاب کی اہمیت اور علما کی نظر میں اس کا مقام (2) مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی فکر اور انداز۔ اوّل الذکر یعنی مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب ''التّمهيد لتعريف أئمّة التّجديد'' جو اصل میں عربی کتاب ہے، اس میں حضرت سندھیؒ نے امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ سے لے کر شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تک کے علما، محدثین اور مجتہدین کی اَسناد اور حالات کا احاطہ بہت جامع انداز میں کیا، جس سے صدیوں کی تاریخ کا خلاصہ سامنے آ جاتا ہے۔ نیز یہ کہ ہر دور کے علما و محدثین کے کام کے انداز سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ گویا تبع تابعینؒ کے دور سے شیخ الہندؒ کے دور تک بہت سے علما کے حالات و اَسناد سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی وَجہ ہے کہ اس کتاب کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے اس کتاب کو باقاعدہ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری کا حصہ بنایا۔

میری ناقص رائے کے مطابق اہلِ علم پر مولانا سندھیؒ کا یہ احسان ہے کہ ایک کُوزے میں سمندر کو جمع کر کے تشنگانِ علم و اسناد کی پیاس بجھانے میں بہت ہی جامع کردار ادا کیا ہے۔ اہلِ علم کی نہ صرف ضرورت پوری ہو رہی ہے، بلکہ ان کی علمی پیاس بجھانے میں بھی یہ کتاب ایک ذخیرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اصل کتاب چوں کہ عربی میں ہے تو مترجم مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری نے اُردو دان اہلِ علم اور طلبا کے لیے آسانی فرما دی کہ کتاب کا جامع اُردو ترجمہ تحریر کر دیا۔ جو کہ ''برصغیر میں تجدیدِ دین کی تاریخ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مولانا سندھیؒ نے عصری تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھ کر سیاسی و انقلابی جدوجہد کے رہنما اصول سمجھا دیے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد ذی شعور انسان میں کافی حد تک یہ سوچ گامزن ہو جاتی ہے کہ عصری تقاضوں کو اور بالخصوص برصغیر پاک و ہند کے جغرافیائی حالات کو سامنے رکھ کر کس طرح انقلابی سیاست کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔

اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے انقلابی فلسفے کے حوالے سے افکار سازی اور اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی اسی فلسفۂ اِنقلاب پر تنظیم سازی سے متعلقہ تفصیلات ذکر کر کے بعد کی اُمت کو یہ خاص سبق دیا گیا کہ کسی بھی تبدیلی یا انقلاب کے لیے جس چیز کی اشد ضرورت ہے، وہ ہے تنظیم سازی۔

یعنی کوئی بھی فرد انفرادی طور پر محنت کرتا ہے تو یہ محنت نہ تو درست ہوگی اور نہ ہی مفید ہوگی۔ درست اور مفید محنت کے لیے لازم ہے کہ منظّم انداز میں تنظیم سازی کر کے کام کیا جائے اور اسی تنظیم سازی کا حکم امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیا ہے اور فرمایا: ''يدُ اللّٰه علىٰ الجماعة.'' کہ اجتماعیت کے ذریعے سے کی جانے والی کوشش پر اللہ کی مدد و نصرت شامل ہوتی ہے۔ اور اسی اجتماعی تنظیم سازی کے ساتھ جب مل کر عادلانہ سیاسی نظام بنا لیا جائے گا تو درس گاہیں اور خانقاہیں افادیت کے اعتبار سے بہت ترقی کریں گی۔ اس لیے کہ یہ ایک سیاسی نظام کے تحت کام کر کے مزید فعال اور مفید ہو جائیں گی۔

ذرا غور کریں کہ بخارا کے علاقے جو کبھی دنیا کی رہنمائی کرنے کے اعتبار سے مرکز کی حیثیت رکھتے تھے، اب وہاں مسجدیں اور مدرسے خالی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ اس کی بنیادی وَجہ یہ ہے کہ جب تک ایک سیاسی مضبوط نظام موجود تھا تو اس کے تحت چلنے والے ادارے اور درس گاہیں دنیا کی رہنمائی کرتی تھیں۔ اور جب یہ سیاسی نظام باقی نہ رہا تو یہ مراکز بھی خالی ہو گئے۔ اب اگر مسلمان اپنی کھوئی ہوئی اس شوکت کو واپس لینا چاہتے ہیں تو ان کو مساجد و مدارس کے ساتھ ساتھ، بلکہ تعمیر و اہتمامِ مدارس سے زیادہ سیاسی نظام بنانے کی کوشش کرنا ہوگی۔ اور جب یہ سیاسی نظام مضبوط بن جائے گا تو پھر ہماری درس گاہیں دنیا کو رہنما مہیا کرنا شروع ہو جائیں گی۔ اور پھر ہماری خانقاہیں پھر سے تزکیہ و تطہیرِ نفس کا مرکز بن جائیں گی۔ اس کتاب کو مطالعہ کرنے والے انسان کو انقلاب لانے کی شرائط اور ضروریات کی بہ خوبی سمجھ آ جاتی ہے۔ حضرت سندھیؒ نے امام شاہ ولی اللہؒ کے نظریۂ انقلاب کو اس طرح مدلل بیان کیا کہ مطالعہ کرنے والے انسان کی تشفی ہو جاتی ہے۔ صرف ایک اصول کی طرف توجہ دلانا کافی سمجھتا ہوں۔ مولانا سندھیؒ ''حُجّةُ اللّٰه البالغة'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰه البالغة'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ما تراه من ملوك بلادكم يغنيك عن حكاياتهم'' (جو تم اپنے علاقے کے موجود بادشاہوں کی عیاشیوں کو دیکھتے ہو تو یہ تمھیں قیصر و کسریٰ کے واقعات سے مستغنی کر دیں گی۔)

اس جامع جملے پر غور کریں تو شاہ ولی اللہؒ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ عیاشی جس طرح قیصر و کسریٰ میں پائی جاتی تھی، وہ ہندوستان کے بادشاہوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ میری ناقص رائے کے مطابق شاہ ولی اللہؒ اس بات کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ جس

www.rahimia.org

انداز کا سرمایہ دارانہ نظام اس وقت ہندوستان کے اندر پایا جاتا ہے، یہ وہی نظامِ سرمایہ داریت ہے، جو قیصر وکسریٰ میں تھا۔ تو جس طرح امام الانبیاؐ نے قیصر وکسریٰ کے سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے کی کوشش کی اور ترغیب دیتے رہے کہ پوری دنیا میں اصل بُرائی کی جڑ یہی سرمایہ دارانہ نظام ہے، بعینہٖ ہندوستان میں پایا جانے والا نظام بھی سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ جس طرح قیصر وکسریٰ کے ظالمانہ نظام کا خاتمہ ضروری تھا، اسی طرح اس سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔ اور یہی وہ اصل جڑ اور بیماری ہے جو معاشرے کا استحصال اور استیصال کر رہی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نظام کے خاتمے کے لیے کوشش کس انداز سے کی جائے؟ تو مولانا سندھیؒ نے ایران اور تُرکستان کی مثال سامنے رکھ کر بتایا کہ ذرا ان پر غور کرو تو ایران اور تُرکستان اگرچہ عجمی علاقے ہیں، ان میں انقلاب واستحکام کی بنیادی وجہ امام ابوحنیفہؒ کا طریقۂ کار رہا ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل ہیں اور انھوں نے ان علاقوں کی جغرافیائی حالت سے واقفیت کی وجہ سے اس پر توجہ دی اور عقائد و اَخلاق اور اعمال کی جامعیت پر مبنی کتاب ”فقہِ اکبر“ ترتیب دے کر رہنمائی کی اور اس کے اسلوب و انداز میں امام ابوحنیفہؒ نے فارسی لوگوں کی ذہنیت کو ملحوظ رکھا۔ پھر علمائے عجم کی ایک بڑی جماعت امام ابوحنیفہؒ کی رائے اور فقہ کو تمام بستیوں اور شہروں میں پھیلانے میں سرگرم ہوگئی۔ صوفیا نے بھی اس میں اہم کردار ادا کیا۔ اور درج بالا اُمور کی وجہ سے مسلمانوں کی سلطنت ایران، تُرکستان میں مستحکم ہوگئی۔

یہاں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ ایران اور تُرکستان کا بھی وہی فلسفہ تھا، جو ہندوستان کا فلسفہ رہا ہے۔ جس طرح امام ابوحنیفہؒ نے اپنے زمانے کے اعتبار سے حکمتِ عملی تبدیل کر کے علاقے میں سیاسی نظام کے استحکام پر کام کیا، بالکل اسی طرح ہمیں اپنے برعظیم میں جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق تبدیلی اور اضافہ کرنا ہوگا، تاکہ ایسے افراد معاشرے کو مہیا کیے جائیں، جن میں عصری تقاضوں کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ اللہ ربّ العزت کا ارشادِ گرامی ہے: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (55:32) کہ اللہ تعالیٰ آئے دن نئی تبدیلیاں لاتا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں اجتماعی طور پر ہندوستان کے حالات کے سیاسی منظرنامے کو تبدیل کرنے کے لیے اس کے فلسفے کو سمجھ کر حالات کو سامنے رکھ کر امام ابوحنیفہؒ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق تنظیم سازی کے لیے فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔ اور اس تنظیم سازی کے بعد نظامِ سرمایہ دارانہ کو مکمل ختم کرنا ہوگا، تاکہ اس کا حشر بھی قیصر وکسریٰ والا ہی ہو۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا اندازِ فکر

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو سیاست کے میدان میں اگر امام کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیوں کہ سیاسی بصیرت ذہنی، زمینی حقائق سے واقفیت اور معاشرے کی نبض شناسی اور خرابیوں کے خاتمے کے لیے جو استعداد اُن میں پائی جاتی تھی، وہ ہر انسان میں نہیں پائی جاتی۔ مولانا سندھیؒ نے سیاسی سوچ و فکر کو سمجھنے کے لیے دنیا کے مختلف ممالک کے سفر کیے۔ مختلف علاقوں میں قیام کیا اور دنیا میں موجود دو طرح کے نظاموں کو سمجھا اور ان کو بہت قریب سے دیکھا۔ ذرا غور کریں تو اس وقت دنیا میں دو طرح کے نظام رائج ہیں: ایک سرمایہ دارانہ جو کہ ایک ظالمانہ نظام ہے اور دوسرا سوشلزم۔ یہ بھی اسلامی نقطۂ نظر سے مکمل درست نہیں ہے۔ مولانا سندھیؒ نے دونوں کا موازنہ کیا اور دونوں میں جو قباحتیں پائی جاتی ہیں، ان کو واضح کر کے بتایا۔

آگے جانے سے پہلے ذرا دونوں نظاموں پر نظر ڈالیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کی تقسیم انتہائی ظالمانہ طریقے سے ہوتی ہے۔ اس میں امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس نظام میں ملک کا سرمایہ چند افراد کی ملکیت رہ جاتا ہے، جب باقی پورے ملک کے عوام شدید مشکلات کی زندگی گزارتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں سوشلزم ہے، جس میں ایک طرف مذہب کا انکار ہے۔ اس نظام کا اصول یہ ہے کہ فرد جتنی محنت کرے گا اس کو اتنا ہی دیا جائے گا۔ اس کے مذکورہ اصول کی بنیاد پر سرمایہ کچھ افراد تک محدود نہیں رہ سکتا۔ معاشرے میں کافی خوش حالی پائی جاتی ہے۔ مولانا سندھیؒ نے ان دونوں نظاموں کا تفصیلی جائزہ لیا اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ دونوں ہی نظام اسلامی نظامِ معیشت سے متصادم ہیں۔ دونوں ہی غلط ہیں، لیکن ان دونوں میں سے سوشلزم انسانیت کے لیے زیادہ مفید ہے بہ نسبت سرمایہ دارانہ نظام کے۔ کیوں کہ سرمایہ دارانہ نظام میں معاشرے کی اکثریت سے زندگی کا حق تنگ کر دیا جاتا ہے، جب کہ سوشلزم میں اس درجے کا ظلم نہیں ہوتا۔ ان دو نظاموں کے مقابلے میں تیسرا عادلانہ نظام ہے، جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بنائے ہوئے اصول پر ہے کہ ”فرد کام اپنی صلاحیت کے مطابق کرے گا اور اس کو دیا اس کی ضرورت کے مطابق جائے گا۔“ یہ وہ بہترین عادلانہ نظام ہے جو معاشرے کے ہر فرد کی تمام ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ اس میں معاشرے کے کسی بھی فرد کی صلاحیتوں پر نہیں، بلکہ اس کی ضرورت کے مطابق مال دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کی تمام ضروریات پوری کی جا رہی ہوں تو معاشرے سے تمام تر خرابیوں اور جرائم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ایک بات قابلِ ذکر سمجھتا ہوں کہ مولانا سندھیؒ پر بعض لوگوں نے سوشلسٹ ہونے کا الزام لگایا، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ مولانا سندھیؒ سوشلزم کو درست نہیں کہتے، بلکہ ان کا کہنا ہے کہ جس طرح سرمایہ دارانہ نظام غلط ہے، اسی طرح سوشلزم بھی غلط ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ظلم زیادہ پایا جاتا ہے بہ نسبت سوشلزم کے۔ لیکن ان کی بات کو مکمل طور پر سمجھے بغیر کچھ احباب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مولانا سندھیؒ سوشلسٹ ہوگئے جو کہ محض بہتان ہے۔ میں تو یہ کہنا چاہوں گا کہ مولانا سندھیؒ پر سوشلسٹ ہونے کا الزام بالکل اسی طرح ہے، جس طرح امام ابوحنیفہؒ پر ”مُرجئہ“ ہونے کا الزام ہے۔ امام اعظمؒ کی بات مکمل سمجھے بغیر بہت سے لوگوں نے انھیں (ایک غلط فرقے کی طرف منسوب کیا) اور ”مُرجئہ“ کہنا شروع کر دیا تھا، جب کہ امام ابوحنیفہؒ ”مُرجئہ“ کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اس کی وضاحت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔ بالکل اسی طرح مولانا سندھیؒ سوشلزم کو غلط قرار دے رہے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ ”روابط“ انٹرنیشنل، بابت ماہ ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ/ اگست 2017ء، شمارہ 8، جلد 12)

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

خوش خبری

ادارہ رحیمیہ لاہور میں
10 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

گزشتہ سالوں کے معمول کے مطابق اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِنگرانی 10 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم منعقد کیا جا رہا ہے، جس کی تفصیلات درجِ ذیل ہیں:

آغاز	21/دسمبر 2018ء/۱۳/ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ	بروز جمعۃ المبارک
اختتام	30/دسمبر 2018ء/۲۲/ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ	بروز اتوار

اس دورۂ تفسیر قرآنِ حکیم میں:

1۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر
2۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُسلوبِ تفسیر
3۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔

خصوصیات دورۂ تفسیر قرآن حکیم

اس دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات کا بیان
☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام
☆ اَخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول
☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی
☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حوالے سے قرآنی افکار سے متعلق آگہی

اس دورۂ تفسیر میں شرکا کی رہنمائی کے لیے ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانش ورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔ موسمِ سرما کی تعطیلات میں دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز کے طلبا اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے بڑا موقع ہے کہ وہ اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔

اس دورۂ تفسیر میں شرائط کے مطابق داخلہ لے کر قرآنی فکر و شعور سے آگہی حاصل کریں۔ دینی تقاضوں کی تکمیل کے لیے روحانی، اَخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے دینی ماحول کے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

نوٹ: اس دورۂ تفسیر میں شریک ہونے والے احباب اپنی آمد سے قبل ادارہ رحیمیہ لاہور کی انتظامیہ کو ضرور مطلع کریں، تاکہ انتظامات میں آسانی ہو۔
حافظ محمد شفیق (ناظم دفتر ادارہ) رابطہ نمبر: 0321-6455369

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال اگر نماز کی جماعت کے دوران امام صاحب کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ خود اور باقی مقتدیوں کی نماز کیسے پوری کروائیں؟ اس پر تفصیلی رہنمائی درکار ہے۔

جواب نماز کی جماعت میں اگر امام صاحب کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ اپنے مقتدیوں میں سے سمجھ دار، علم رکھنے والے شخص کو اپنا نائب بنا کر وضو کرلیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی جس حالت میں امام صاحب کا وضو ٹوٹا ہے، وہ اسی حالت سے پیچھے ہٹ کر اپنے نائب کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی جگہ کھڑا کر دیں۔ وہ (نائب) اسی جگہ سے بقیہ نماز مکمل کروائے۔ اس کی درجِ ذیل چند صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) اگر نماز میں قرأت کرتے ہوئے امام صاحب کا وضو ٹوٹا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر امام صاحب ضروری قرأت (جو ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کی تعداد میں ہو) پڑھ چکے تھے تو نائب رکوع کروا دے۔ اور اگر ضروری قرأت بھی مکمل نہیں ہوئی تھی تو پھر پہلے نائب قرأت مکمل کروائے، پھر رکوع کروائے۔

(۲) اگر امام صاحب کا وضو رکوع کی حالت میں ٹوٹا ہے تو نائب دوبارہ رکوع کروا کر پھر بقیہ نماز مکمل کروائے گا۔

(۳) اگر سجدے کی حالت میں امام صاحب کا وضو ٹوٹا ہے تو نائب کو سمجھانے کے لیے امام صاحب اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹیں، تاکہ نائب' امام صاحب کی بات کو سمجھ جائے۔ پھر نائب مُصلّے پر آ کر اسی سجدے سے بقیہ نماز مکمل کروائے۔ بہتر ہے کہ نائب ضروری وقفے سے زائد ہو جانے کے شبہ کی وَجہ سے سجدۂ سہو کرلے۔

جب کہ اصل امام صاحب وضو کر کے بعد میں آ کر اپنی سابقہ نماز کو آگے بڑھاتے ہوئے بقیہ نماز پوری کر کے نائب کے ساتھ شامل ہوسکیں تو ہو جائیں، ورنہ اکیلے اپنی نماز مکمل کرلیں۔ امام صاحب نئے سِرے سے بھی اپنی پوری نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سوال اگر ایک گاؤں میں چار مسجدیں ہوں اور صرف ایک مسجد میں نمازِ تراویح میں پورا قرآن حکیم سننے کا اہتمام کیا گیا ہو تو کیا یہ کافی ہے؟ یا چاروں مسجدوں میں سے ہر ایک مسجد میں پورا قرآن حکیم سننے کا اہتمام کرنا ضروری ہے؟

جواب اگر کسی گاؤں میں چار الگ الگ محلوں کی الگ الگ مساجد ہوں تو ہر ایک مسجد میں تراویح کا الگ سے اہتمام اور قرآن حکیم مکمل کیا جانا سنت ہے۔ اس کا اہتمام لوگوں کی سستی کی وَجہ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ تاہم اگر لوگ اس کو بوجھ سمجھتے ہوں یا نمازِ تراویح چھوڑنے کا اندیشہ ہو، یا بلا اُجرت حافظِ قرآن نہ ملتا ہو تو قرآن حکیم کی چھوٹی سورتوں سے نمازِ تراویح پڑھانا افضل ہے۔

www.rahimia.org

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔